تعارف جامعہ دارالعلوم کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلّی علی رسولہ الکریم

جامعہ دارالعلوم کراچی، دینی درس گاہوں کے اس مقدس سلسلے کی ایک کڑی ہے جسے اس برّ صغیر میں اللہ تعالیٰ کے کچھ نیک بندوں نے انگریزی استعمار کی تاریک رات میں دین کی شمعیں روشن رکھنے کے لئے قائم کیا تھا۔ دارالعلوم دیوبند کے بانی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اوران کے رفقاء انگریز کے خلاف ۱۸۵۷ء کے جہاد میں بنفس نفیس شریک تھے۔ لیکن انگریز کے سیاسی اقتدار کے مستحکم ہونے کے بعد انہوں نے محسوس کیا کہ اب محاذ جنگ تبدیل ہوچکا ہے، اب انگریز کی کوشش پوری منصوبہ بندی کے ساتھ یہ ہے کہ مسلمانوں کو سیاسی طور پر زیر کرنے کے بعد فکری طور پر بھی اپنا غلام بنایا جائے۔ جس کے لئے وہ ایک ایسا نظام رائج کررہا ہے جو مسلمانوں کے دل پر مغربی افکار کا سِکّہ جمائے اس کے ساتھ ساتھ انگریز کی کوشش یہ ہے کہ اسلامی علوم کو سینے سے لگانے والوں پر معاش کے تمام دروازے بند کردیئے جائیں۔ اس لئے ان علماء کرام اور بزرگان دین نے رُوکھی سوکھی کھاکر، اور موٹا جھوٹا پہن کر دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی، اور ایسے سر فروش علماء کرام کی ایک بڑی جماعت تیار کردی جو دنیا کی چمک دمک سے منہ موڑ کر کچے مکانوں اور تنگ حجروں میں دینی علوم کے چراغ کو وقت کی آندھیوں سے بچاتے رہے، تاکہ اس سیاسی مغلوبیت کے دور میں مسلمان اپنی معاشرت، اخلاق، عبادت اور باہمی معاملات میں اسلامی احکام و اقدار کو چھوڑ کر غیروں کے طریقوں کی تقلید نہ کرنے لگیں، اور پھر جب کبھی مسلمانوں کو سیاسی اقتدار واپس ملے تو انہیں سرورِ کونین، محسن انسانیت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین اپنی صحیح شکل و صورت میں محفوظ مل جائے۔ اس طرح حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا لگایا ہوا چمن جس پر خزاں نے ڈیرے جمالیے تھے، وہ دوبارہ سر سبز و شاداب ہونے لگا۔

دارالعلوم دیوبند سے علم و فضل، تبحّر علمی، اتباعِ سنت اور زہد و تقویٰ کے جو آفتاب و ماہتاب نمودار ہوئے ان کے پاکیزہ کردار سے صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کی حسین یادیں تازہ ہوگئیں، اوران کی تعلیم و تبلیغ کے فیض سے برصغیر کا ہر گوشہ سیراب ہوا۔ ان کی علمی تحقیقات اور تربیت اخلاق سے شریعت و طریقت کی وہ گتھیاں حل ہوئیں جو مسلمانوں کے دورِ انحطاط میں عرصے سے سربستہ راز بنی ہوئی تھیں۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب قدّس سرّہ کی قیادت میں انہی علماء کرام کی مخلصانہ جدوجہد نے ہندوستان کو انگریز کی غلامی سے نجات دلانے میں ناقابل فراموش کردار ادا کیا۔

حکیم الامت، مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایماء پر شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قیام پاکستان کے لئے جو تاریخ ساز اور فیصلہ کن جدوجہد فرمائی وہ بھی اسی دار العلوم دیوبند کا فیضان ہے۔

پاکستان بننے کے بعد جب حکومت مسلمانوں کو ملی، مناسب یہ تھا کہ سب سے پہلے ایک اسلامی حکومت کے شایان شان ایسا نظام تعلیم رائج کیا جاتا جس میں قرآن و سنت کی مکمل تعلیم کے ساتھ جدید علوم و فنون کو لادینی جراثیم سے پاک کر کے ان کی مکمل و معیاری تعلیم و تربیت ہوتی اور دینی و دنیوی تعلیم کی خلیج پاٹ دی جاتی، نہ یہاں دار العلوم کی وہ حیثیت کافی تھی جو انگریز کے لادینی دور میں ہندوستان کے اندر مجبوراً رکھی گئی تھی اور نہ علی گڑھ کی محکومانہ تعلیم کی یہاں کوئی گنجائش تھی اور نہ ہی ندوہ کی وہ تعلیم کافی تھی جس میں اسلامی علوم میں سے صرف تاریخ و ادب کو اسلامیات کا محور بنا لیا گیا تھا، ضرورت اس کی تھی کہ دینی اور دنیوی دونوں قسم کی مکمل معیاری تعلیم و تربیت پورے ملک میں عام کر دی جاتی، مگر پاکستان اپنی ابتدا سے لے کر آج تک مختلف پارٹیوں اور گروہوں کی رسہ کشی کے جس طوفان سے گزرتا رہا ہے وہ سب کے سامنے ہے، اس طویل عرصے میں یہاں کا نظام حکومت اور قانون بھی صحیح معنیٰ میں مسلمانوں کے دل کی آواز نہ بن سکا۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج تک انگریز کی ڈالی ہوئی داغ بیل پر یہاں کے اسکولوں، کالجوں کی تعلیم جاری ہے، جو علوم و فنون کے ماہرین پیدا کرنے کے بجائے صرف دفتری ملازمین پیدا کر رہی ہے۔ اور وہ بھی نہایت ناقص انداز میں، اور دینی تعلیم و تربیت کا وہاں یا تو گزر نہیں، یا ہے تو محض برائے نام۔

اس کے علاوہ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ علم، بالخصوص علمِ دین کے ساتھ جب تک اتباع سنت اور عظمت اسلاف کی روح نہ ہو، اور جب تک اس کے مطابق وضع قطع سے لے کر مزاج و انداز تک ہر چیز کی تربیت کا اہتمام نہ ہو، اُس وقت تک وہ علم خواہ تحقیق و ریسرچ کے جس بام کمال تک پہنچ جائے، اسلام کے نزدیک اس کی کوئی وقعت نہیں۔

انگریزی نظام تعلیم نے ایک صدی سے زائد کے عرصہ میں دل و دماغ اس درجہ مسموم کر دیئے ہیں کہ اگر بالفرض عام تعلیمی اداروں میں علوم اسلامیہ کی تعلیم کا انتظام ہو بھی جائے تو اتباع سنت، عظمت اسلاف اور ٹھیٹھ دینی تربیت کا وہ انداز جو اسلامی مدارس میں متوارث چلا آتا ہے، اور ان مدارس کی حقیقی روح ہے اس کے ان جدید تعلیمی اداروں میں مکمل طور پر منتقل ہونے کے لئے بہت طویل اور منظم جدوجہد کی ضرورت ہوگی جس میں کامیابی کے آثار مستقبل قریب میں نظر نہیں آتے اور جب تک عام تعلیمی ادارے اس ٹھیٹھ دینی مزاج و مذاق میں پوری طرح رنگ نہ جائیں، اس وقت تک ایک موہوم امید کے سہارے دینی تعلیم کو ملتوی نہیں کیا جا سکتا، اور جہاں ایسا کیا گیا ہے وہاں عوام کی دینی حالت کی ابتری کھلی آنکھوں سامنے ہے۔ اس لئے دین کی حفاظت کا جذبہ رکھنے والے علماء اور عوام نے پاکستان میں قدیم طرز کے اسلامی مدارس کا قیام اور ان کا جاری رہنا ضروری سمجھا۔

کراچی میں دارالعلوم کا قیام

ہجرت پاکستان کے بعد فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دو کاموں کو اپنا مقصد زندگی بنالیا تھا؛ ایک پاکستان میں شریعت اسلامیہ کے نفاذ کے لئے جدوجہد، دوسرے کراچی میں یہاں کے شایان شان دارالعلوم کا قیام۔

ابتدائی دو سال تو قرارداد مقاصد اور اسلامی دستور کی جدوجہد (جو انتہائی بے سروسامانی کے ساتھ ہو رہی تھی) میں اتنی مشغولیت رہی کہ دارالعلوم کے قیام میں کامیابی نہ ہو سکی۔

کراچی جو قیام پاکستان کے وقت پاکستان کا دارالحکومت ہونے کے علاوہ لاکھوں مسلمانوں کی عظیم آبادی کا شہر تھا، اس میں کوئی ایسا مرکز نہ تھا جو یہاں کی دینی ضروریات کی کفالت کر سکے، اس لئے شدید ضرورت تھی کہ یہاں کوئی ایسا مرکز قائم ہو، چنانچہ مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نوراللہ مرقدہ نے نہایت بے سروسامانی کے عالم میں محض توکلاً علی اللہ، صرف دو اساتذہ اور چند طلباء سے محلہ نانک واڑہ میں ایک پرانے اسکول کی بلڈنگ میں ایک مدرسہ اسلامیہ قائم فرمادیا۔ جس کا نام دارالعلوم کراچی قرار پایا۔ یہ دارالعلوم شوال ۱۳۷۰ھ مطابق جون ۱۹۵۱ء میں قائم ہوا۔

دارالعلوم کے قیام کے بعد پاکستان کے تمام صوبوں اور اضلاع سے طلباء جمع ہو گئے مزید برآں، ہندوستان، برما، انڈونیشیا، ملائشیا، افغانستان، ایران، ترکی وغیرہ اسلامی ممالک سے طلباء کا رجوع ہوا، جس سے بحمداللہ دارالعلوم کراچی نے بہت قلیل عرصہ میں عالم اسلام میں دین کے مضبوط قلعہ کی حیثیت اختیار کرلی جو دیکھتے ہی دیکھتے طلباءِ علوم نبوت اور داعیان دین کا مرکز بن گیا۔ اور بظاہر ایک بڑی عمارت بھی طلبہ کی کثرت سے آمد کے سبب تنگ محسوس ہونے لگی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی مسلسل دعاؤں اور ان کے جذبۂ صادقہ کی بدولت کورنگی میں چھپن (۵۶) ایکڑ کا وسیع رقبۂ زمین مع ایک دو منزلہ عمارت اور پختہ کنویں اور ڈیزل انجن وغیرہ کے، جناب حاجی ابراہیم دادابھائی مقیم جنوبی افریقہ نے لوجہ اللہ دارالعلوم کے لئے وقف فرمادیا۔ شکراللہ سعیہ وجزاہ فی الدارین خیرا الجزاء

اس زمین پر جناب حاجی عبداللطیف صاحب باوانی مرحوم نے ایک لاکھ روپیہ خود اپنی ذات اور خاندان سے اور اٹھاون ہزار روپے اپنے حلقۂ احباب سے فراہم کر کے تعمیر پر خرچ کئے۔ اللہ تعالیٰ ان کو دارین کی جزائے خیر عطا فرمائے۔ چنانچہ ۱۵ شعبان ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۷ مارچ ۱۹۵۷ء کو دارالعلوم، کورنگی کی موجودہ عمارات میں منتقل ہوگیا اور نانک واڑہ میں حفظ ناظرہ اور تجوید و قرأت کے شعبے باقی رہ گئے۔

جامعہ دارالعلوم کراچی، پاکستان میں علوم دینیہ کا عظیم مرکز ہے، یہی وہ دارالعلوم ہے جس نے ہزاروں علماء، فضلاء، محدّث، مفسّر، فقیہ و ادیب، قاضی و مفتی، زہّاد واتقیاء، سرفروش مجاہدین اور مبلغین اسلام کی جماعتیں تیار کر کے ہر لمحہ دین کی حفاظت و اشاعت میں نمایاں حصہ لیا، یہ مرکزِ علم و حکمت اس مادی دنیا میں ایک روشن مینار ہے جس کی شعاعیں اکناف عالم میں پھیل رہی ہیں۔ والحمدللہ علیٰ ذلک۔

محمد رفیع عثمانی
جامعہ دارالعلوم کراچی